پسِ پشت

محمد فیروز خان

مولانا آزاد یونیورسٹی، حیدرآباد

ارسلان خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے اپنے دوست عدنان سے لپٹ گیا۔''ارے ارے کیا ہوگیا؟''عدنان نے یہ کہتے ہوئے ارسلان کو سینے سے لگالیا۔

''آج تو غضب ہوگیا، میری تو جیسے قسمت ہی جاگ اٹھی۔'' ارسلان نے بے تحاشا عدنان کے ہاتھوں کو چومنا شروع کردیا۔عدنان اس بے موسم برسات سے گھبراتے ہوئے بولا یار کچھ بتائے گا بھی یا.....

''ارے آج میں ٹی۔وی دیکھ رہا تھا کہ اچانک ایک چینل پر میرے آئیڈیل مشہور و معروف فکشن نگار 'ثنا خانم' کا انٹرویو آرہا تھا۔''ارسلان کے چہرے پر خوشی کے رنگوں کا آنا جانا اسے حسین بنارہا تھا۔

''دھت تیری! یہ بھی کوئی بات ہوئی میں نے سمجھا کہ تو نے ٹاپ کیا ہے۔''ارسلان کے لہجے کا جوش ختم ہوگیا۔جیسے آگ پر پانی کے چھینٹے ماردیے گئے ہوں۔

''پتہ ہے ثنا خانم کی عمر کیا ہے؟ وہ پچاس کے آس پاس کی ہیں۔ شہرت کے سبب ان کے ہزاروں فین ہیں.....اور تو ان کا کوئی روگ نہ پال لینا۔''عدنان نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔''ارے یار وہ بات نہیں ہے جو تو سمجھ رہا ہے۔ مجھے ان سے کوئی پیار ویار نہیں ہوا ہے۔میں تو ان کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ تجھے پتہ ہے مجھے ان کا انداز پسند ہے۔ابھی چند ماہ قبل ایک میگزین میں ان کا افسانہ آیا تھا ''لوگوں کی نیت''۔یار کتنی فنی مہارت سے اس افسانے کا تانا بانا بنا گیا ہے۔لگتا ہے بیا چڑیاں نے تنکوں کے ذریعے اپنی فنی مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے ایک خوبصورت گھونسلہ بنایا ہو۔کہانی پڑھتے جاؤ اور واقعات کے پیچ وخم میں گرفتار ہوتے جاؤ۔آج کے ماحول کے مطابق کتنی عجیب کہانی ہے۔آج ہر طرف لڑکیوں کو ہوس کا شکار بنایا جا رہا ہے۔کیا گھر، کیا باہر کوئی اعتبار کے قابل نہیں رہا۔ثنا خانم نے ماموں کے ذریعے بھانجی کو ہوس کا نشانہ بنانے کی کہانی کو اس قدر فنکاری و زبان دانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیش کیا ہے کہ قاری سحر زدہ ہوجاتا ہے۔میں تو کانپ اٹھا تھا۔ مجھے ایسے درندہ صفت لوگوں سے نفرت ہوگئی ہے۔ہاں ہاں.....اب بس کرو ان کی تو بیشتر کہانیاں مشہور ہوتی ہیں۔دراصل جو بھی معاشرے کی حقیقی عکاسی کرتا ہے اس کو سب پسند کرتے ہیں پر تو کچھ زیادہ ہی اکسائیٹڈ ہورہا ہے۔''

''عدنان، میں تو ثنا خانم کو اپنا آئیڈیل مانتا ہوں۔ مجھے بھی افسانہ نگار بننا ہے اور ثنا خانم کی طرح لکھنا ہے۔ پہلے میری کہانیاں چھپ جائیں پھر میں اس کا اعتراف بھی کروں گا اور ایسا اسلوب اپناؤں گا کہ میری کہانی ہر کسی کی کہانی ہوگی۔معاشرے میں ہورہے ظلم وستم اور بد اخلاقی کے خلاف مجھے آواز بلند کرنا ہے۔ مجھے مظلوم لوگوں کا سہارا بننا ہے۔حد ہوگئی ہے جدھر دیکھو مسلمانوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔مظفر نگر میں مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا۔''ارسلان کے لہجے میں غصہ اور نفرت کے رنگوں کی آمیزش تھی۔

ارسلان جذباتی قسم کا لڑکا تھا، وہ عام زندگی گزارنے کے حق میں نہیں تھا۔وہ ہمیشہ خود کو دوسروں سے الگ رکھتا تھا۔آج کے نوجوانوں کی طرح فلمی ہیرو یا کرکٹ اسٹارس کو اپنا آئیڈیل بنانے کے بجائے اس نے ادیب وفنکار کو اپنا آئیڈیل بنایا تھا۔اس کا ماننا تھا کہ سماج میں تبدیلی لوگوں کی سوچ بدلنے سے ہی آئے گی اور قلم ہی ایک ایسا آلہ ہے جو سوچ کو سب سے زیادہ متاثر کرتا ہے۔ایک ادیب یا مصنف بڑی آسانی سے وہ سب کچھ کہہ جاتا ہے جو بڑے بڑے طاقتور لوگ نہیں کہہ پاتے۔ارسلان بہت ہی ذہین اور عقلمند تھا۔اس کا خیال تھا کہ تعلیمی ایام میں صرف تعلیم کے حصول پر توجہ صرف کرنی چاہیے۔باقی باتیں بعد کی ہیں۔دونوں بہت اچھے دوست تھے۔دونوں ایک ساتھ بلکہ ایک ہی روم میں رہتے تھے۔عدنان ارسلان کے ادبی ذوق کے بارے میں جانتا تھا۔اسے یہ بھی معلوم تھا کہ ارسلان ثنا خانم کا بہت بڑا

فین ہے اوران کے افسانے بڑے شوق سے پڑھتا ہے۔ ان کے افسانوی مجموعے اور ناول خرید کر اپنے کمرے میں سجا رکھے تھے۔ انٹرنیٹ اوراخباروں سے کاٹ کر ثنا خانم کی تصاویر کا ایک اچھا خاصا البم بنا رکھا تھا۔

''ہیلو.....ہیلو.....جی کون.....؟ میں۔ میں ارسلان بول رہا ہوں، آپ کون؟'' اس نے موبائل کا Valume بڑھاتے ہوئے کہا۔ارسلان کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئی تھیں۔ برسوں سے جس کو دیکھنے اور سننے کی خواہش تھی آج اس کی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ دوسری طرف ثنا خانم تھیں۔''جی ! میں آپ کا بہت بڑا فین ہوں، مجھے آپ کا انداز تحریر بہت پسند ہے۔''

''شکریہ ارسلان صاحب۔آپ کہاں رہتے ہیں؟'' ثنا خانم نے کہا۔

''جی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں۔'' ارسلان نے کہا۔

''ویسے آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟''

''جی لکھنؤ .....'' ارسلان نے ایڈریس بتاتے ہوئے اپنی بات پوری کی۔

''واہ ! آپ تو میرے ہی شہر سے ہیں۔ میں امین آباد میں رہتی ہوں۔آیئے کبھی۔'' ثنا خانم کی باتوں میں اپنا پن تھا۔

'' جی ضرور۔ مجھے تو زمانے سے آپ کو دیکھنے کا انتظار ہے''۔ارسلان کے لہجے میں خوشی تھی۔

''مجھے آپ کا ہر افسانہ اچھی طرح یاد ہے۔آپ نے افسانہ ''لوگوں کی نیت'' میں سماج کا بڑا اچھا خاکہ کھینچا ہے۔''

''بھائی واہ شکریہ۔ دراصل میں تو حقیقت کو کہانی کے قالب میں ڈھالتی ہوں۔''

''اچھا فون رکھتے ہیں۔آپ ضرور آیئے گا'' ثنا خانم نے فون رکھتے ہوئے کہا۔

''اللہ حافظ۔اللہ حافظ۔'' دونوں طرف سے ایک ساتھ آواز آئی اورفون کٹ ہوگیا۔

ایک ہفتہ بعد ارسلان گھر آیا اور دوسرے ہی دن صبح صبح تیار ہوکر اپنے دوست عدنان کے ساتھ امین آباد کا رخ کیا۔اس کے چہرے پر خوشی کی لہریں رواں تھیں۔ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ اس کی برسوں کی خواہش جو پوری ہو رہی تھی۔اس نے عدنان کو ایک ریستوراں میں رکنے کے لیے کہا اور پھر روڈ کراس کر کے ثنا خانم کے دروازے پر تھا۔اس نے ڈور بیل بجائی۔اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔کچھ ہی پلوں میں دروازہ کھلا۔

''آپ.....'' ثنا خانم خود دروازے پر تھیں۔

''جی.....جی۔میں ارسلان۔'' ارسلان مبہوت ہوکر انھیں دیکھ رہا تھا۔ثنا خانم کے بالوں کی سفیدی اور چہرے پر ہلکی ہلکی جھریاں عمر رواں کا اعلان کر رہی تھیں، مگر بری نہیں لگ رہی تھیں۔

''آپ تشریف رکھئے۔'' ثنا خانم اسے صوفے پر بٹھا کر اندر چلی گئیں۔ارسلان بہت خوش تھا۔اس کے ذہن میں ثنا خانم کے افسانے وناول یکے بعد دیگرے سرگرداں تھے۔

''چائے لیجئے۔'' ثنا خانم کی آواز پر وہ گھبرا کر ماضی سے حال میں آ گیا تھا۔

''آپ کیوں تکلیف کر رہی ہیں۔؟ نوکر وغیرہ نہیں.....'' ارسلان نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''ارسلان صاحب آج میں گھر پر اکیلی ہوں۔خیر آپ سنائیں۔'' ثنا خانم چائے کا کپ لے کر صوفے پر اس کے قریب بیٹھ گئیں۔ ارسلان دور ہونا چاہ رہا تھا وہ اٹھنا ہی چاہ رہا تھا کہ اسے وہیں بٹھا دیا۔

''آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ چلئے بتایئے آپ کو میری کون سی تخلیق زیادہ پسند آئی۔'' ارسلان ان کے بے تکلف رویہ پر حیرت زدہ تھا۔

''مجھے آپ کی زیادہ تر کہانیاں اور ناول پسند ہیں۔دراصل آپ کے کرداروں میں ظلم وتشدد کے خلاف آواز اٹھانے کا جو جذبہ ہے اس نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔''

''آپ آرام سے بیٹھ جائیں۔اسے اپنا ہی گھر سمجھیں۔آپ میرے فین ہیں کوئی غیر تو نہیں۔'' یہ کہتے ہوئے ثنا خانم نے صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھتے ہوئے پاؤں پھیلا دیے۔ارسلان چونک پڑا۔اس کے بدن میں خوف وہراس کی لہر دوڑ گئی تھی مگر اس نے اپنے ڈر کو ظاہر ہونے نہیں دیا۔اسے اس کی چھٹی حس نے خطرے کا احساس دلا دیا۔ اس سے آگے وہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ اچانک ارسلان کی پشت پر کچھ محسوس ہوا۔صوفے سے اٹھتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ دروازے اور پھر صدر دروازے کو پار کرتے ہوئے وہ باہر نکل آیا اور عدنان کو آواز دینے لگا۔وہ روڈ کراس ہی کر رہا تھا کہ اچانک ایک تیز رفتار کار نے اپنی زد میں لیتے ہوئے اسے افسانے کا موضوع بنا دیا۔

○○